ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 474

Program: B.A. (Dars-e-Nizami)

Semester: Autumn 2026

WhatsApp Orders: +92 324 5836626

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: ہدایہ (474) • سطح: بی اے (درس نظامی)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 1

کل نمبر: 100 • کامیابی کے نمبر: 40

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

(مطالعہ و حوالہ کے لیے)

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب (ہدایہ) کے متعلقہ ابواب کا مطالعہ کریں، مفاہیم کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں تحریر کریں۔

سوال نمبر 1: انعقادِ بیع کی کیفیات (20 نمبر)

سوال نمبر 1: انعقادِ بیع کی کیفیات پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

تعارف

بیع انسانی زندگی کا سب سے قدیم اور سب سے زیادہ عام معاملہ ہے۔ انسان اپنی ضرورت کی چیزیں خریدتا اور اپنی زائد چیزیں فروخت کرتا ہے، اسی لین دین پر بازار، تجارت اور معیشت کا پورا نظام قائم ہے۔ اسلام نے اس معاملے کو محض رسم و رواج پر نہیں چھوڑا بلکہ اس کے لیے باقاعدہ اصول و ضوابط مقرر کیے ہیں تاکہ کسی فریق کے ساتھ ظلم نہ ہو اور مال حلال طریقے سے منتقل ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: "وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا" یعنی اللہ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب ہدایہ کے کتاب البیوع میں علامہ مرغینانی رحمہ اللہ نے بیع کے انعقاد، اس کی شرائط، اس کی اقسام اور اس کے احکام کو بڑی دقت اور ترتیب سے بیان کیا ہے۔ اس سوال میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ بیع کن کن صورتوں اور کیفیات سے منعقد ہوتی ہے، یعنی ایجاب و قبول کن الفاظ اور کن طریقوں سے ادا ہو تو عقد شرعاً وجود میں آتا ہے۔

بیع کی تعریف اور اس کا رکن

ہدایہ میں بیع کی تعریف یوں کی گئی ہے: "البیع مبادلۃ المال بالمال بالتراضی" یعنی بیع باہمی رضامندی سے مال کا مال کے ساتھ تبادلہ ہے۔ اس تعریف کے تین اجزا ہیں: اول یہ کہ عوضین مال ہوں، ثانیاً عوضین کے درمیان مبادلہ پایا جائے اور ثالثاً یہ مبادلہ دونوں فریقوں کی کامل رضامندی سے ہو، کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بیع باہمی رضامندی ہی سے ہوتی ہے۔ بیع کا رکن ایجاب و قبول ہے۔ ایجاب وہ بات ہے جو مجلس عقد میں پہلے کی جائے، خواہ وہ بائع کی طرف سے ہو یا مشتری کی طرف سے؛ اور قبول وہ بات ہے جو دوسرے فریق کی طرف سے ایجاب کی موافقت میں کہی جائے۔ جب ایجاب و قبول شرعی شرائط کے ساتھ پائے جائیں تو عقد منعقد ہو جاتا ہے اور مبیع مشتری کی ملکیت میں اور ثمن بائع کی ملکیت میں منتقل ہونے کا حکم لگتا ہے۔

پہلی کیفیت: الفاظِ ماضی کے ساتھ انعقاد

انعقاد کی اصل اور سب سے مضبوط صورت یہ ہے کہ ایجاب و قبول دونوں لفظ ماضی کے صیغوں میں ہوں۔ مثلاً بائع کہے: "بعتُک ھٰذا الثوب بعشرۃ دراھم" (میں نے یہ کپڑا تمہیں دس درہم میں بیچ دیا) اور مشتری کہے: "اشتریتُ" یا "قبلتُ" (میں نے خرید لیا / قبول کیا)۔ ماضی کا صیغہ چونکہ وقوع و تحقق کو یقین کے ساتھ ظاہر کرتا ہے، اس لیے

اس سے عقد فوراً منعقد ہو جاتا ہے اور اس میں کسی قرینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسی طرح اگر ایجاب ماضی میں ہو اور قبول لفظ حال یا مضارع میں ہو، مثلاً مشتری کہے "أَشْتَرِي" (میں خریدتا ہوں) اور اس سے حال مراد ہو تو بھی عقد منعقد ہو جائے گا، کیونکہ مضارع حال کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے اور جب حال مراد ہو تو وہ ماضی ہی کے حکم میں ہے۔

دوسری کیفیت: ایک صیغہ ماضی اور دوسرا امر ہو

دوسری کیفیت یہ ہے کہ ایک فریق ماضی کا صیغہ استعمال کرے اور دوسرا صیغہ امر استعمال کرے۔ مثلاً مشتری کہے: "بِعنی هٰذا الثوب بعشرة" (یہ کپڑا مجھے دس درہم میں بیچ دو) اور بائع جواب میں کہے: "بعتُک" (میں نے تمہیں بیچ دیا) تو بیع منعقد ہو جائے گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صیغہ امر یہاں درخواست اور ابتدا کے معنی میں ہے اور اس کے بعد ماضی کا صیغہ آ جانے سے عقد کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بائع اگر کہے: "خُذ هٰذا الثوب بعشرة" اور مشتری کہے "أَخَذتُ" تو بھی معنوی طور پر ایجاب و قبول پایا گیا۔ فقہاء نے یہ واضح کیا ہے کہ مدار الفاظ کی ظاہری صورت پر نہیں بلکہ اس معنی پر ہے جو عقد شراء و فروخت پر دلالت کرے، لہٰذا ہر وہ لفظ جس سے بیچنے اور خریدنے کا مفہوم عرفاً سمجھا جائے ایجاب و قبول بن سکتا ہے۔

تیسری کیفیت: بیع بالتعاطی (معاطاۃ)

تیسری اہم کیفیت تعاطی ہے، جسے معاطاۃ بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ فریقین بغیر الفاظ کہے عملاً لین دین کر لیں؛ مثلاً مشتری دکان دار کے سامنے روپے رکھ دے اور چیز اٹھا لے، یا بائع چیز دے دے اور مشتری قیمت دے دے، تو بیع منعقد ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تعاطی سے بیع اس صورت میں درست ہے جب متعاطی بہ چیز کے بارے میں لین دین کا عرف عام ہو، خصوصاً کم قیمت اشیاء میں جہاں لوگ معمولاً الفاظ کا اہتمام نہیں کرتے۔ صاحبین کے نزدیک بھی عرف کی بنیاد پر تعاطی معتبر ہے۔ آج کے دور میں بازاروں، سبزی منڈیوں، بسوں کے کرایوں اور خودکار مشینوں سے خریداری کی یہی صورت رائج ہے، اور امت کا متواتر تعامل اس کے جواز کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ البتہ جہاں عرف الفاظ کی ادائیگی کا ہو، جیسے بڑی جائیداد یا مہنگی اشیاء کی خرید و فروخت، وہاں باقاعدہ ایجاب و قبول ہی معتبر ہو گا۔

چوتھی کیفیت: کتاب، سفیر اور اشارے کے ذریعے انعقاد

چوتھی کیفیت یہ ہے کہ عقد خط کتابت، قاصد یا اشارے کے ذریعے منعقد ہو۔ اگر ایک شخص غائب کو خط لکھے کہ میں نے فلاں چیز اتنے میں تمہیں بیچی، اور جب خط اس تک پہنچے تو وہ اسی مجلس میں قبول کر لے تو بیع منعقد ہو جائے گی؛ یہاں مجلس قبول ہی مجلس عقد قرار پائے گی۔ اسی طرح کسی کو سفیر بنا کر بھیجا جائے اور وہ ایجاب و قبول کرے تو عقد اصل فریقوں کے درمیان منعقد ہوتا ہے۔ گونگے شخص کا اشارہ بھی اس کے حق میں عبارت کے قائم مقام ہے، لہٰذا اس کا اشارے سے ایجاب و قبول کرنا درست ہے کیونکہ ضرورت اس کا تقاضا کرتی ہے۔ دور حاضر میں ٹیلی فون، انٹرنیٹ اور آن لائن پلیٹ فارمز پر ہونے والی خرید و فروخت اسی کیفیت کے تحت آتی ہے، بشرطیکہ مجلس کی وحدت کا مفہوم قائم رہے اور مبیع و ثمن جہالت سے پاک ہوں۔

مجلس عقد کی وحدت اور قبول کی مطابقت

تمام کیفیات میں دو شرطیں بنیادی ہیں۔ پہلی شرط اتحاد مجلس ہے، یعنی ایجاب کے بعد مجلس بدلنے یا اعراض ہونے سے پہلے قبول نہ کیا جائے۔ اگر ایجاب کے بعد مشتری مجلس چھوڑ دے یا کسی اور کام میں مشغول ہو جائے جس سے اعراض ظاہر ہو اور پھر لوٹ کر قبول کرے تو عقد منعقد نہیں ہو گا، کیونکہ پہلا ایجاب باطل ہو چکا تھا۔ ہاں، ایجاب کرنے والے کو مجلس جاری رہنے تک اپنے ایجاب سے رجوع کا حق بھی حاصل ہے، لیکن قبول کے بعد عقد لازم ہو جاتا ہے۔ دوسری شرط قبول کی ایجاب سے مطابقت ہے؛ اگر بائع نے چیز ایک ہزار میں پیش کی اور مشتری نے آٹھ سو میں قبول کی تو یہ قبول نہیں بلکہ نیا ایجاب ہے، اور عقد اسی وقت منعقد ہو گا جب دوسرا فریق اس نئی پیشکش کو قبول کرے۔ اسی طرح قبول کا پورے ایجاب کے لیے ہونا ضروری ہے؛ آدھی چیز کی قبولیت اس وقت تک کافی نہیں جب تک بائع اس جزوی قبول کو منظور نہ کرے۔

انعقاد کی دیگر شرائط کا خلاصہ

انعقاد کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ عاقدین اہل ہوں، یعنی عاقل اور ممیز ہوں؛ پاگل اور غیر ممیز بچے کا عقد منعقد نہیں ہوتا۔ مبیع مال متقوم ہو، معلوم ہو اور تسلیم پر قدرت حاصل ہو؛ ثمن معلوم ہو؛ اور عقد کسی ایسی شرط سے خالی ہو جو اسے فاسد کرنے والی ہو۔ ایجاب و قبول کے بعد بیع اصل میں لازم ہوتی ہے اور فریقین میں سے کوئی اکیلا اسے فسخ

نہیں کر سکتا، سوائے اس کے کہ خیار شرط، خیار رؤیت یا خیار عیب جیسی شرعی صورتیں موجود ہوں جن کی تفصیل آگے سوالوں میں آئے گی۔ یہ بھی یاد رہے کہ مجلس عقد میں فریقین کو خیار المجلس کی بحث بھی فقہاء کے ہاں موجود ہے، تاہم حنفیہ کے نزدیک قبول کے بعد عقد لازم ہو جاتا ہے اور مجلس کا خیار ثابت نہیں ہوتا، کیونکہ عقد کا مقصد ہی قطعیت و استقرار ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ ہدایہ کی روشنی میں بیع کا انعقاد بنیادی طور پر ایجاب و قبول سے ہوتا ہے اور اس کی کئی کیفیات ہیں: الفاظ ماضی سے انعقاد سب سے اصل صورت ہے؛ ماضی و امر کے اجتماع سے بھی عقد ہو جاتا ہے؛ عام عرف والی اشیاء میں تعاطی یعنی بغیر الفاظ کے لین دین کافی ہے۔ اور خط، سفیر یا گونگے کے اشارے سے بھی ایجاب و قبول ممکن ہے۔ ان تمام صورتوں میں مجلس کی وحدت، قبول کی مطابقت، فریقین کی اہلیت اور مبیع و ثمن کا معلوم ہونا لازمی ہے۔ ان کیفیات کی وسعت سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے تجارت کو آسان بنایا ہے مگر رضامندی، وضاحت اور جہالت سے دوری کو ہر صورت میں بنیاد قرار دیا ہے۔

سوال نمبر 2: ہدایہ کی عبارت کی وضاحت — ان دیکھے مال کی بیع اور خیار رؤیت (20 نمبر)

سوال نمبر 2: درج ذیل عبارت کی وضاحت کریں: "ومن اشترىٰ شيئاً لم يره فالبيع جائز، وله الخيار إذا رآه، إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء ردّه" وقال الشافعي: لا يصحّ العقد أصلاً؛ لأنّ المبيع مجهول۔

تعارف

یہ عبارت ہدایہ کے کتاب البیوع میں خیار رؤیت کے باب سے لی گئی ہے اور اس میں ایک اہم فقہی مسئلہ بیان ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی چیز خرید لے جو اس نے دیکھی ہی نہ ہو تو اس بیع کا اور خریدار کے اختیار کا کیا حکم ہے؟ اس مسئلے میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے: حنفیہ کے نزدیک ایسی بیع منعقد اور جائز ہے البتہ خریدار کو دیکھنے کے بعد اختیار

حاصل رہتا ہے، جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ عقد سرے سے صحیح ہی نہیں۔ ذیل میں عبارت کے ہر جز کی وضاحت اور دونوں جانب کے دلائل و حکم بیان کیے جاتے ہیں۔

عبارت کا ترجمہ اور لفظی وضاحت

عبارت کا ترجمہ یہ ہے: "اور جس شخص نے کوئی ایسی چیز خریدی جسے اس نے دیکھا نہ ہو تو بیع جائز ہے، اور اس کے لیے اختیار ہے جب وہ اسے دیکھے؛ چاہے تو اسے پورے ثمن کے بدلے لے لے اور چاہے تو اسے واپس کر دے۔" امام شافعی نے فرمایا: "عقد اصلاً صحیح نہیں، کیونکہ مبیع مجہول ہے۔" یہاں "لم یرہ" سے مراد یہ ہے کہ مشتری نے مبیع کو کبھی دیکھا ہی نہ ہو یا ایسی حالت میں خریدا ہو کہ اس کی صفات کا اسے علم نہ ہو۔ "ولہ الخیار إذا رآہ" کا مطلب یہ ہے کہ اختیار دیکھنے سے مشروط ہے؛ دیکھنے سے پہلے نہ وہ رد کر سکتا ہے نہ بیع اس پر پوری طرح لازم ہوتی ہے۔ "أخذہ بجمیع الثمن" سے یہ بات نکلی کہ خیار رؤیت کی وجہ سے ثمن میں کمی نہیں ہوتی؛ مشتری یا تو پوری قیمت پر چیز رکھے یا پوری چیز لوٹائے، بیچ کی کوئی راہ نہیں۔

حنفیہ کا مسلک اور اس کی دلیل

امام ابو حنیفہ اور جمہور حنفیہ کے نزدیک ان دیکھی چیز کی بیع جائز ہے۔ اس کی پہلی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام دار قطنی اور بیہقی نے روایت کیا: "من اشتریٰ شیئاً لم یرہ فلہ الخیار إذا رآہ" یعنی جس نے کوئی چیز بغیر دیکھے خریدی تو اسے دیکھنے پر اختیار ہے۔ یہ حدیث صراحتاً بیع کو منعقد مانتے ہوئے مشتری کے لیے اختیار ثابت کرتی ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ بیع کی صحت کے لیے مبیع کا معلوم ہونا کافی ہے اور علم رؤیت کے علاوہ وصف، اشارہ یا نمونے سے بھی حاصل ہو سکتا ہے؛ جہالت وہ ممنوع ہے جو نزاع کا سبب بنے، اور یہاں خیار دے کر نزاع کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے، کیونکہ مشتری دیکھ کر ناپسند کرے تو رد کر سکتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی حاجت اس قسم کی بیع کی متقاضی ہے؛ غائب مال، بند تھیلی یا کھیتی کی خریداری عموماً اسی طرح ہوتی ہے، شریعت نے حاجت کی رعایت کرتے ہوئے اسے جائز رکھا اور مشتری کا تحفظ خیار سے کر دیا۔

امام شافعی کا مسلک اور اس کی دلیل

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقد اصلاً صحیح نہیں، کیونکہ مبیع مجہول ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ بیع کے ارکان میں سے ایک مبیع ہے اور جس چیز کی ذات وصفت ہی مجہول ہو، اس پر عقد کس طرح قائم ہو سکتا ہے؟ جہالت مبیع میں ہو تو عقد فاسد یا باطل ہوتا ہے، کیونکہ سودا تبھی درست ہوتا ہے جب عوضین معلوم ہوں۔ نیز جن بیعوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، مثلاً بیع الغرر، اس کی علت بھی یہی جہالت و ابہام ہے۔ حنفیہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ جہالت یہاں اس قدر شدید نہیں کہ عقد باطل ہو؛ مبیع جنس و مقدار کے اعتبار سے متعین ہے، اور جو کمی وصف و رؤیت کی رہ گئی ہے اسے شرعی خیار کے ذریعے پورا کر دیا ہے۔ اس کے برعکس اگر جہالت ایسی ہو کہ مبیع کی ذات ہی متعین نہ ہو، جیسے "ان دونوں کپڑوں میں سے ایک" بغیر تعین کے بیچا جائے، تو حنفیہ بھی اسے جائز نہیں سمجھتے۔

خیار رؤیت کے اہم احکام

اس عبارت سے کئی احکام نکلتے ہیں۔ اول: بیع منعقد ہو جاتی ہے، لہٰذا دیکھنے سے پہلے اگر مبیع مشتری کے قبضے میں تلف ہو جائے تو نقصان اسی کا ہو گا اور ثمن لازم آئے گا، کیونکہ ملکیت منتقل ہو چکی ہے۔ ثانیاً: خیار دیکھنے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور دیکھتے ہی فوری استعمال ضروری نہیں، بلکہ مشتری کو معقول مہلت میں رضا یا رد ظاہر کرنا ہوتا ہے؛ اگر دیکھنے کے بعد اس نے ایسی حرکت کی جو ملکیت پر دلالت کرتی ہے، مثلاً آگے بیچ دیا، گروی رکھ دیا یا استعمال شروع کر دیا، تو خیار ساقط ہو جاتا ہے۔ ثالثاً: یہ خیار صرف مشتری کے لیے ہے، بائع کے لیے نہیں، کیونکہ بائع اپنا مال دیکھ کر بیچتا ہے۔ رابعاً: اگر مشتری نے چیز پہلے کبھی دیکھی ہو اور اس میں ابھی تک تغیر معلوم نہ ہو تو دوبارہ خیار نہیں ملے گا۔ خامساً: مثلی اشیاء میں نمونہ دیکھ لینا ہی رؤیت کے قائم مقام ہے؛ غیر مثلی میں خود اسی چیز کو دیکھنا ہو گا۔

عبارت سے حاصل ہونے والا اصول

اس عبارت کی روشنی میں ایک بڑا اصولی فرق سامنے آتا ہے: حنفیہ معاملے کی صحت کے لیے "علم کافی" کو بنیاد بناتے ہیں اور جہالت کی کمی کو خیار سے دور کرتے ہیں، جبکہ شافعیہ مبیع کی مکمل معرفت کو شرط قرار دیتے ہیں۔ عملی زندگی میں حنفی مسلک کی گنجائش خاص طور پر ظاہر ہوتی ہے؛ آج کل آن لائن خریداری میں اکثر مال دیکھے بغیر خریدا جاتا ہے،

اور شرعی رہنمائی یہی ہے کہ وصف درست بیان کیا جائے اور چیز وصف کے مطابق نہ نکلے تو خریدار کو واپسی کا حق حاصل رہے۔ واضح رہے کہ اگر بائع جان بوجھ کر وصف غلط بیان کرے تو یہ دھوکا ہے جو مستقل حرام ہے اور اس صورت میں مشتری کو خیار کے علاوہ بھی ازالے کا حق ہو گا۔

نتیجہ

مختصر یہ کہ زیر بحث عبارت حنفیہ کا یہ مسلک بیان کرتی ہے کہ ان دیکھی جزئی بیع جائز ہے اور مشتری کو دیکھنے پر مکمل اختیار ہے: یا تو وہ چیز پوری قیمت پر رکھ لے یا لوٹا دے۔ امام شافعی کے نزدیک مبیع کے مجہول ہونے کی وجہ سے عقد ہی قائم نہیں ہوتا۔ عبارت کا لفظ "نفاذ الثمن" اس بات کو بھی واضح کرتا ہے کہ خیار کی وجہ سے قیمت میں کمی بیشی نہیں ہوتی، اور علت اختلاف جہالت کے درجے اور اس کے ازالے کے طریقے میں ہے: حنفیہ خیار کو علاج قرار دیتے ہیں اور شافعیہ جہالت کو عقد کی مانع۔

سوال نمبر 3: بیع قبل بدوِ صلاح (درخت پر پھل کی پکنے سے پہلے بیع) (20 نمبر)

سوال نمبر 3: بیع قبل بدو الصلاح پر نوٹ لکھیں۔

تعارف

درختوں پر لگے پھل اور کھیت میں کھڑی فصل کی خرید و فروخت دیہی و تجارتی زندگی کا عام معاملہ ہے، مگر اس میں ایک خاص خطرہ ہوتا ہے: پھل ابھی ناپختہ ہے، آفت، موسمی خرابی یا کیڑے سے تلف ہونے کا اندیشہ ہے اور خریدار کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آخر کار کتنا اور کیسا پھل حاصل ہو گا۔ اسی لیے شریعت نے پھل کی بیع کو ایک خاص حد سے مشروط کیا ہے جسے "بدو الصلاح" کہتے ہیں۔ ہدایہ اور دیگر فقہی کتب میں اس مسئلے کی تفصیل کتاب البیوع میں بیان ہوئی ہے اور اس کا مدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح ممانعت پر ہے۔ ذیل میں بدو صلاح کا مفہوم، بیع کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

بدوصلاح کا مفہوم

بدوصلاح کے لفظی معنی ہیں صالح و کارآمد ہونے کا ظاہر ہونا۔ فقہی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ پھل میں پکنے کی ابتدائی علامتیں ظاہر ہو جائیں اور وہ عام آفات سے محفوظ ہونے لگے؛ کھجور میں سرخی یا زردی آنا، انگور میں نرمی و مٹھاس کی ابتدا ہونا، سیب و آم میں رنگت اور خوشبو کا نمایاں ہونا اس کی علامتیں ہیں۔ بعض فقہاء نے بدوصلاح کی تعریف "امنِ عاہت" سے کی ہے، یعنی پھل اس حد تک بڑا ہو جائے کہ عمومی آفتوں کا خطرہ ختم یا کم ہو جائے۔ یہ حد مقرر کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے پہلے پھل کی مقدار و کیفیت انتہائی مجہول ہوتی ہے، جبکہ اس کے بعد پھل قابلِ اعتماد صورت اختیار کر لیتا ہے اور سودے میں غرر کم ہو جاتا ہے۔

حدیث نبوی اور ممانعت کی بنیاد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا یہاں تک کہ ان کا صلاح ظاہر ہو جائے؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بائع کو بھی منع فرمایا اور مشتری کو بھی۔ ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیتی کے غلے کی بیع سے اس وقت تک منع فرمایا جب تک دانہ سخت نہ ہو جائے۔ ایک اور روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اگر اللہ اس پھل کو روک لے (آفت سے تلف ہو جائے) تو تم میں سے کوئی اپنے بھائی کا مال کس حق سے لے گا؟ اس سے علت بالکل واضح ہوتی ہے کہ قبل بدوصلاح بیع میں مشتری کا مال ڈوبنے اور فریقین کے درمیان نزاع پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے، اسی سودے کو شارع نے بند کیا ہے۔

بیع کی صورتیں اور ان کے احکام

حنفی مسلک میں اس مسئلے کی تین اہم صورتیں ہیں۔ پہلی صورت: پھل بدوصلاح سے پہلے اس شرط پر بیچا جائے کہ مشتری فوراً کاٹ لے گا۔ یہ بیع جائز ہے، کیونکہ اب پھل کو درخت پر رہنے کی مدت کا ابہام ختم ہو گیا اور مبیع موجود و معلوم ہے؛ مثلاً کچا آم اچار کے لیے یا کچی فصل چارے کے لیے فوراً کاٹنے کی شرط پر بیچی جائے۔ دوسری صورت: پھل اس شرط پر بیچا جائے کہ وہ پکنے تک درخت پر رہے گا۔ یہ بیع فاسد ہے، کیونکہ اس میں ایک ایسی مدت تک درخت پر چھوڑنا شرط ہے جو اجارہ و اعارہ کے غیر معلوم عوض کو عقد میں شامل کر دیتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہی بھی اسی صورت پر منطبق ہوتی ہے۔ تیسری صورت: بیع مطلق ہو، یعنی نہ کاٹنے کی شرط ہو نہ چھوڑنے کی۔ اس میں

بھی اولیٰ واحوط یہی ہے کہ بدوصلاح سے قبل سودا نہ کیا جائے، اور ہدایہ کی عبارت کا ظاہر یہی ہے کہ قبل بدوصلاح بیع منعقد کرنے سے رکا جائے سوائے فوری قطع کی صورت کے۔ البتہ بدوصلاح کے بعد بیع بالاتفاق جائز ہے، خواہ درخت پر چھوڑنے کی شرط ہو یا نہ ہو، کیونکہ علت ممانعت زائل ہو چکی ہے۔

کھڑی فصل اور سبزیوں کا حکم

یہی اُصول کھیت میں کھڑی فصل پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ غلہ کی فصل جب دانہ سخت نہ ہو جائے، اس شرط پر بیعنا کہ وہ کٹائی تک زمین میں رہے گی، درست نہیں؛ ہاں اگر فوراً کاٹنے کی شرط ہو تو کچی فصل بطور چارہ بیچی جا سکتی ہے۔ سبزیوں اور ترکاریوں میں عرف کا بڑا دخل ہے؛ جو سبزیاں بتدریج نکلتی رہتی ہیں، مثلاً بھنڈی، بینگن اور کھیرا، ان میں جو پھل آ چکا ہو اس کی بیع جائز ہے اور آئندہ آنے والے پھل کی بیع جہالت کی وجہ سے الگ سے درست نہیں، الا یہ کہ عرف اسے ایک ہی فصل کے طور پر فروخت کرنے کا ہو تو فقہاء نے حاجت کی بنیاد پر اس میں بھی گنجائش دی ہے۔ تر پھل وغیرہ میں بدوصلاح کے بعد بیع ہو تو مشتری کو اتارنے کی معقول مہلت دینا بھی عرف و شرائط کے مطابق بائع کی ذمہ داری میں شامل رہتا ہے۔

ممانعت کی حکمتیں اور فوائد

اس حکم میں کئی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ اولاً مشتری کے مال کی حفاظت مقصود ہے کہ وہ ایسی چیز میں سرمایہ نہ لٹائے جو غالباً تلف ہو جائے۔ ثانیاً نزاع کا خاتمہ ہے؛ باغات کے سودوں میں فریقین کے جھگڑوں کی بڑی وجہ یہی ناپختہ پھل کا نقصان ہوتا تھا۔ ثالثاً بائع کو بھی تحفظ ملتا ہے کہ پھل ضائع ہونے پر اس پر الزام و مطالبے کا بوجھ نہ آئے۔ رابعاً اس سے بازار میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور پورا نظام تجارت غرر سے پاک رہتا ہے۔ یہ حکم اس عظیم اصولی قاعدے کی عملی صورت ہے کہ "لاضرر" اور "الغرر" والی بیع ممنوع ہے، اور اسی اصول پر آج کی انشورنس نما اور غیر یقینی سودوں کی بہت سی صورتوں کا شرعی جائزہ لیا جاتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ بدوصلاح سے پہلے درخت پر موجود پھل کی بیع اصولاً ممنوع ہے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے صراحتاً منع فرمایا ہے اور اس میں آفت وجہالت کا بڑا خطرہ ہے۔ اس کی واحد مستثنیٰ صورت یہ ہے کہ مشتری فوراً کاٹنے کی شرط پر خریدے تو بیع جائز ہے، جبکہ درخت پر چھوڑنے کی شرط کے ساتھ بیع فاسد ہے۔ بدوصلاح ظاہر ہو جانے کے بعد بیع ہر صورت جائز ہے۔ یہ مسئلہ دکھاتا ہے کہ اسلامی فقہ تجارت میں سہولت اور تحفظ دونوں کو ساتھ چلاتی ہے: منافع کی راہ بند نہیں کی گئی، مگر اسے عدم یقینی اور باہمی نزاع سے پاک رکھا گیا ہے۔

سوال نمبر 4: ہدایہ کی روشنی میں خیار الرؤیۃ (20 نمبر)

سوال نمبر 4: ہدایہ کی روشنی میں خیار الرؤیۃ پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

تعارف

بیع میں اصل یہ ہے کہ مشتری مبیع کو دیکھ کر خریدے تاکہ اسے معلوم ہو کہ وہ کیا لے رہا ہے۔ مگر بسا اوقات سودا ایسی چیز کا ہوتا ہے جو مجلس میں موجود نہیں ہوتی: دوسرے شہر میں رکھا مال، بند بوری یا گودام کی چیز، یا تصویر و وصف دیکھ کر کی جانے والی خریداری۔ ایسی صورت میں شریعت نے مشتری کو ایک خصوصی تحفظ دیا ہے جسے خیار الرؤیت کہتے ہیں، یعنی دیکھنے کا اختیار۔ ہدایہ کے کتاب البیوع میں یہ باب تفصیل سے آیا ہے اور ائمہ کے اختلاف کے ساتھ اس کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ ذیل میں خیار رؤیت کی تعریف، مشروعیت، شرائط، عمل کی صورت اور اس کے سقوط کے اسباب پر گفتگو کی جاتی ہے۔

خیار رؤیت کی تعریف اور مشروعیت

خیار رؤیت سے مراد وہ اختیار ہے جو مشتری کو ان دیکھی چیز خریدنے کے بعد اسے دیکھنے پر حاصل ہوتا ہے کہ چاہے تو بیع برقرار رکھے اور چاہے تو فسخ کر دے۔ اس کی دلیل حدیث مبارک ہے: "من اشتریٰ شیئاً لم یرہ فلہ الخیار إذا رآہ" کہ جس نے کوئی چیز بغیر دیکھے خریدی اسے دیکھنے پر اختیار ہے۔ اسی مسئلے میں امام شافعی رحمہ اللہ کا اختلاف منقول ہے کہ ان کے نزدیک ان دیکھے مال کی بیع ہی صحیح نہیں کیونکہ مبیع مجہول ہے، جبکہ حنفیہ فرماتے ہیں کہ مبیع جنس و وصف کے اعتبار سے معلوم ہو تو عقد صحیح ہے اور رؤیت کی کمی کا ازالہ خیار سے ہو جاتا ہے۔ خیار رؤیت کی حکمت یہ ہے کہ مشتری دھوکے اور نقصان سے بچ جائے اور بیع کی رضامندی حقیقی معرفت پر مبنی ہو۔

خیار رؤیت کی شرائط

خیار رؤیت کے ثبوت کے لیے چند شرائط ہیں۔ اول یہ کہ مشتری نے خریداری کے وقت مبیع کو واقعۃً دیکھا نہ ہو؛ اگر وہ چیز وہ پہلے دیکھ چکا ہے اور اس میں کوئی ظاہر تبدیلی نہیں آئی تو خیار نہیں ملے گا، کیونکہ مقصود یعنی معرفت حاصل ہے۔ دوم یہ کہ مبیع اس وقت قابل رؤیت ہو؛ جو چیز شرعاً و عقلاً دیکھی ہی نہیں جا سکتی اس میں رؤیت کے بجائے وصف کا اعتبار ہو گا۔ سوم یہ کہ مبیع کی جہالت اس خیار سے فیصلہ تک باقی سمجھی جاتی ہے؛ اسی لیے دیکھنے سے پہلے مشتری کا رد کرنا معتبر نہیں۔ چہارم یہ کہ خیار صرف مشتری کے لیے ثابت ہوتا ہے، بائع کے لیے نہیں، کیونکہ بائع عموماً اپنا مال دیکھ کر اور جان کر بیچتا ہے؛ ہاں اگر کوئی صورت ایسی ہو کہ بائع نے بھی اپنا مال نہ دیکھا ہو تو فقہاء نے وہاں بھی اس کے لیے کلام کیا ہے مگر اصل و مشہور یہی ہے کہ خیار مشتری کا حق ہے۔

رؤیت کیسے مکمل ہوتی ہے؟

رؤیت سے مراد محض آنکھ سے دیکھنا نہیں بلکہ مقصود کا علم حاصل ہونا ہے۔ ہر چیز کی رؤیت اس کے مقصد کے مطابق ہوتی ہے: کپڑا دیکھنے اور پھیلا کر جانچنے سے، جانور چلا کر اور جسمانی حالت دیکھنے سے، کھانے پینے کی چیز بعض صورتوں میں چکھنے سے، خوشبو سونگھنے سے اور مکان کے اندرونی حصے و کمروں کی کیفیت دیکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔ مثلی اشیاء، جیسے گندم، چاول اور کپڑے کا تھان، میں نمونہ دیکھنا کافی ہے کیونکہ سارا مال نمونے جیسا ہوتا ہے؛ غیر مثلی چیز، مثلاً خاص گھوڑا یا جائیداد، میں خود اسی چیز کو دیکھنا ضروری

ہے۔ اگر چیز کا کچھ حصہ دیکھا اور کچھ نہ دیکھا تو اسی دیکھی گئی مقدار کے موافق اصول لاگو ہو گا اور باقی کے بارے میں موقف وہی ہو گا جو فقہی تفصیل میں آیا ہے۔ اعمیٰ شخص کے لیے رؤیت کے قائم مقام وصف و چھو کر جانچنا ہے، اس لیے اس کی خریداری میں خیار رؤیت کے بجائے خیار وصف کا عمل دخل ہو گا۔

خیار کے استعمال کا طریقہ اور اس کے اثرات

جب مشتری چیز دیکھ لے تو اسے اختیار ہے: پسند آئے تو بیع لازم ہو جائے گی اور پورا ثمن ادا کرنا ہو گا؛ ناپسند ہو تو وہ بیع فسخ کر کے چیز لوٹا سکتا ہے، اس کے لیے بائع کی رضا یا قاضی کے فیصلے کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ اس کا شرعی حق ہے۔ خیار کا استعمال معقول وقت کے اندر ہونا چاہیے؛ دیکھنے کے بعد ایسی تاخیر جو رضامندی پر دلالت کرے خیار ختم کر دیتی ہے۔ اگر چیز دیکھنے سے پہلے مشتری کے قبضے میں تلف ہو جائے تو بیع لازم ہو جائے گی اور ثمن دینا پڑے گا، کیونکہ عقد ملکیت منتقل کر چکا تھا اور خیار صرف رؤیت پر موقوف تھا۔ اسی طرح اگر خریدار چیز خریدنے کے بعد کسی اور کو آگے بیچ دے، گروی رکھ دے، ہبہ کر دے یا اس میں مالکانہ تصرف کرے تو یہ اس کی رضا کی دلیل ہے اور خیار ساقط ہو جائے گا، خواہ اس نے چیز دیکھی ہو یا نہ دیکھی ہو۔

خیار رؤیت کے سقوط کے اسباب

خیار رؤیت کئی صورتوں میں ساقط ہو جاتا ہے: (1) دیکھنے کے بعد صریح یا دلالۃً رضا کا اظہار؛ (2) مبیع میں مالکانہ تصرف، جیسے بیع، ہبہ، رہن یا اسے بدل کر استعمال کرنا؛ (3) مبیع کا مشتری کے قبضے میں تلف یا ناقص ہو جانا؛ (4) مشتری کی وفات، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک خیار رؤیت وارثوں کو منتقل نہیں ہوتا وارث اصل معاملے کے پابند رہتے ہیں؛ (5) پہلے سے دیکھا ہوا مال ہونا۔ واضح رہے کہ خیار رؤیت، خیار عیب سے مختلف ہے: خیار رؤیت دیکھنے سے پہلے کے ابہام کا علاج ہے جبکہ خیار عیب اس نقص کی بنیاد پر ہوتا ہے جو عقد کے وقت موجود ہو مگر مشتری کو معلوم نہ ہو؛ دونوں اکٹھے بھی ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح خیار وصف یہ ہے کہ چیز طے شدہ وصف کے خلاف نکلے؛ وہاں بنیاد وصف کی مخالفت ہے نہ کہ محض عدم رؤیت۔

دور حاضر میں خیار رؤیت کی اہمیت

آج کے دور میں خیار رؤیت کی عملی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ آن لائن شاپنگ، دراز و دیگر پلیٹ فارموں، کیش آن ڈیلیوری اور دوسرے شہر سے منگوائے گئے مال میں خریدار چیز کو دیکھے بغیر سودا کرتا ہے۔ شرعی اصول یہی ہے کہ بیچنے والا وصف سچائی سے بیان کرے اور خریدار کو چیز ملنے پر ناپسندیدگی کی صورت میں واپسی کا حق حاصل ہو۔ کاروباری حضرات کے لیے اس میں یہ سبق ہے کہ واپسی کی پالیسی محض کاروباری چال نہیں بلکہ شرعی حق کی ادائیگی بھی ہے۔ ساتھ ہی خریدار کو بھی چاہیے کہ بے وجہ چیز کھول کر خراب کر کے لوٹانا یا بلاوجہ سودے فسخ کرنا اخلاقی و شرعی طور پر درست نہیں؛ خیار تحفظ کے لیے ہے، دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے نہیں۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ خیار رؤیت حنفی فقہ میں مشتری کو حاصل ہونے والا وہ حق ہے جس کے ذریعے وہ اَن دیکھی چیز کو دیکھنے کے بعد قبول یا رد کر سکتا ہے، اور اس کی بنیاد حدیث نبوی اور حاجتِ ناس ہے۔ اس کے لیے مشتری کا مال سے نادیدہ ہونا شرط ہے، رؤیت ہر چیز میں مقصد کے علم سے مکمل ہوتی ہے، اور رضا، تصرف یا مبیع کے تلف ہونے سے یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے۔ امام شافعی کے اختلاف کے باوجود حنفی مسلک نے بیع کی صحت اور مشتری کے تحفظ میں توازن قائم کیا ہے، اور جدید آن لائن تجارت میں یہی اصول سب سے زیادہ قابل اطلاق ہے۔

سوال نمبر 5: ہدایہ کی روشنی میں خیار الشرط (20 نمبر)

سوال نمبر 5: ہدایہ کی روشنی میں خیار الشرط پر تفصیلی نوٹ لکھیں۔

تعارف

عام اصول یہ ہے کہ بیع کا عقد ہو جانے کے بعد لازم ہو جاتا ہے اور کوئی فریق اکیلا اسے ختم نہیں کر سکتا۔ لیکن بعض اوقات خریدار یا فروخت کنندہ کو سوچنے، مشورہ کرنے یا چیز کو آزمانے کی مہلت درکار ہوتی ہے؛ مثلاً گاڑی یا جانور خریدنے والا چاہتا ہے کہ دو تین دن جانچ کر فیصلہ کرے۔ شریعت نے اس حقیقی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خیار الشرط کا ادارہ قائم کیا ہے، یعنی شرط کی بنیاد پر اختیار۔ ہدایہ کے کتاب البیوع میں اس باب میں ائمہ کا مشہور اختلاف، اس کی شرائط اور مدت کے احکام تفصیل سے بیان ہوئے ہیں، جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

خیار شرط کی تعریف اور دلیل

خیار شرط سے مراد یہ ہے کہ عقد کے وقت فریقین یا ان میں سے کوئی ایک اپنے لیے مقررہ مدت تک یہ اختیار شرط کر لے کہ چاہے تو بیع کو برقرار رکھے اور چاہے تو فسخ کر دے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں حضرت حبان بن منقذ رضی اللہ عنہ، جنہیں سودوں میں دھوکا لگ جاتا تھا، کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم خریداری کرو تو کہہ دیا کرو: "لا خلابۃ" (دھوکا نہیں چلے گا) اور میرے لیے تین دن کا اختیار ہے۔ اس حدیث سے فقہاء نے خیار شرط کی مشروعیت بھی لی اور حنفیہ نے اس کی مدت کی اصل حد بھی اخذ کی۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کا تعامل اس بات پر شاہد ہے کہ شرط کی گئی شرائط، جب تک شریعت کے خلاف نہ ہوں، پوری کی جاتی ہیں: "المسلمون علی شروطھم"۔

مدت کے بارے میں اختلاف

خیار شرط کی مدت میں مشہور اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خیار کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن ہو سکتی ہے؛ اس سے زائد مدت کی شرط لگائی گئی تو بیع فاسد ہو جائے گی، کیونکہ خیار اصل قاعدے (لزومِ عقد) کے خلاف ایک استثنائی سہولت ہے اور استثناء اسی حد تک رہے گا جتنا نص سے ثابت ہے، اور نص میں تین دن آئے ہیں۔ البتہ اگر فریقین تین دن کے اندر اندر بیع کو لازم کر لیں یا مدت گزرنے سے پہلے معاملہ طے کر لیں تو عقد صحیح رہتا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک مدت کی

کوئی حد مقرر نہیں؛ فریقین جتنی مدت چاہیں مقرر کر سکتے ہیں، بشرطیکہ مدت معلوم ہو، کیونکہ خیار کا مقصد حاجت پورا کرنا ہے اور حاجتیں مختلف ہوتی ہیں: کسی پیچیدہ مشینری یا دوری کی جائیداد کی جانچ کے لیے تین دن ناکافی ہو سکتے ہیں۔ صاحبین کی دلیل یہ بھی ہے کہ حدیث میں تین دن کا ذکر حبان کی صورت حال کے اعتبار سے ہے، تحدید مقصود نہیں۔ فتویٰ عام طور پر کئی متون میں امام اعظم کے قول پر دیا گیا ہے، تاہم ضرورت کے مواقع پر صاحبین کے قول کی گنجائش بھی علماء نے رکھی ہے۔

خیار شرط کی شرائط

خیار شرط درست ہونے کے لیے چند شرائط ہیں: مدت معلوم اور متعین ہو؛ اجل مجہول ہو تو شرط فاسد ہوتی ہے۔ یہ واضح ہو کہ خیار کس کے لیے ہے: بائع کے لیے، مشتری کے لیے، دونوں کے لیے یا کسی تیسرے شخص (مثلاً ماہر یا سرپرست) کے لیے بھی خیار مقرر کیا جا سکتا ہے جس کی منظوری پر عقد لازم ہو گا۔ خیار عقد کے ساتھ ہی شرط کیا گیا ہو؛ بعد میں یک طرفہ طور پر اس کا اضافہ نہیں ہو سکتا البتہ دونوں کی رضا سے نیا سمجھوتہ ممکن ہے۔ جس کے لیے خیار ہو اسے مدت کے اندر امضاء یا فسخ کا اختیار ہو گا؛ مدت گزر گئی اور اس نے کچھ نہ کہا تو بیع لازم ہو جائے گی۔ اگر خیار والا فریق مدت میں مر جائے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک خیار اس کے وارث کو منتقل ہوتا ہے، کیونکہ یہ مال سے متعلق حق ہے۔ اسی باب میں خیار نقد اور خیار تعیین کا ذکر بھی آتا ہے: خیار نقد یہ ہے کہ مشتری شرط کرے کہ اگر میں نے اتنے دن میں قیمت نہ دی تو بیع نہیں رہے گی؛ اور خیار تعیین یہ ہے کہ دو یا تین متعین چیزوں میں سے ایک منتخب کرنے کا اختیار ہو، جس کے احکام ہدایہ نے مستقل بیان کیے ہیں۔

دورانِ خیار مبیع و ثمن کے احکام

مدت خیار کے دوران ملکیت کا حکم اس بات پر منحصر ہے کہ خیار کس کے لیے ہے۔ اگر خیار بائع کے لیے ہو تو مبیع اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتا، کیونکہ اس نے ابھی معاملہ حتمی نہیں کیا؛ اس دوران مبیع مشتری کے پاس تلف ہو جائے تو مشتری پر اس کی قیمت لازم آئے گی کیونکہ وہ چیز اس کے قبضے میں امانت سے بڑھ کر ضمان کے ساتھ تھی۔ اگر خیار مشتری کے لیے ہو تو مبیع بائع کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور مشتری اختیار رکھتا ہے؛ اس دوران مبیع میں جو زیادتی (نماء) پیدا ہو وہ عقد کے حتمی ہونے پر اسی کی قرار پائے گی

جس کی ملکیت ثابت ہو۔ اگر دونوں کے لیے خیار ہو تو ملکیت موقوف رہتی ہے یہاں تک کہ ایک طرف سے امضاء ہو جائے۔ خیار والے فریق کا مبیع میں ایسا تصرف جو ملکیت کا اظہار ہو، مثلاً آگے بیچ دینا یا ہبہ کر دینا، امضاء شمار ہو گا اور خیار ختم ہو جائے گا۔ خاموشی اصولاً امضاء نہیں ہوتی، البتہ مدت کا گزر جانا عقد کو لازم کر دیتا ہے۔

خیار شرط کے فوائد اور دیگر خیارات سے فرق

خیار شرط کے کئی فوائد ہیں: خریدار جلد بازی کے نقصان سے بچتا ہے (مجلس)، پیچیدہ اشیاء کی جانچ ممکن ہوتی ہے، خاندان یا ماہرین سے مشورہ ہو سکتا ہے اور بازار میں باہمی اعتماد بڑھتا ہے۔ اس کا فرق خیار رؤیت سے یہ ہے کہ خیار رؤیت قانوناً خود بخود حاصل ہوتا ہے جب مال دیکھا نہ ہو، جبکہ خیار شرط فریقین کی باقاعدہ شرط سے پیدا ہوتا ہے۔ خیار عیب سے فرق یہ ہے کہ عیب کا خیار کسی نقص کی دریافت پر فسخ کا حق دیتا ہے اور اس کے لیے شرط لگانا ضروری نہیں ہوتا۔ خیار شرط کی مدت محدود رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ ملکیت کا عدم استقرار زیادہ دیر رہے تو نقصان اور نزاع بڑھتا ہے؛ اسی لیے مدد معلوم اور معقول ہونا ضروری ہے۔ موجودہ دور میں اشیاء کی "ٹرائل" اور "منظوری کی شرط پر خرید" کی صورتیں اسی خیار کی عملی مثالیں ہیں۔

نتیجہ

مختصراً خیار شرط وہ اختیار ہے جو عقد کے وقت شرط لگا کر مقررہ مدت کے لیے حاصل کیا جاتا ہے کہ فریق چاہے تو بیع قائم رکھے اور چاہے تو فسخ کر دے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس کی زیادہ سے زیادہ مدت تین دن ہے اور صاحبین کے نزدیک مدت معلوم ہو تو کوئی تحدید نہیں۔ اس کی شرائط میں مدت کا معلوم ہونا، صاحب خیار کا متعین ہونا اور عقد کے ساتھ شرط ہونا شامل ہیں، اور مدت گزرنے سے بیع لازم ہو جاتی ہے۔ یہ ادارہ اسلامی فقہ کی لچک اور انسانی حاجت کی رعایت کی خوب صورت مثال ہے کہ عقد کے لزوم کے اصول کو بھی قائم رکھا گیا اور سوچ کر فیصلہ کرنے کی سہولت بھی دی گئی۔